

عشق کا کھل جانے

”مسز ارمنان آپ کی رپورٹس آگئی ہیں۔“
ڈاکٹر شازمہ اسٹنٹ ڈاکٹر مہ پارہ سے اس کی فائل
لیتے ہوئے بولیں تو حلقہ کا دل زور زور سے دھڑکنے
لگا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ دل کجنت کو نکال کے دور
پھینک دیتی جس نے خواہ مخواہ بے چین کر دیا تھا۔
حالانکہ بہت اچھی امیدیں تھیں اسے خدا تعالیٰ کی
ذات سے مکرزات پاک نے اسے آزمائش کے لیے
چن لیا تھا۔

”آپ اکیلی آئی ہیں۔ میرا مطلب ہے آپ کے
ہسبنڈ وغیرہ۔“ ڈاکٹر شازمہ نے فائل بڑھنے کے
بعد اس کی طرف دیکھا ساتھ ہی عینک اتار کے نیل پر
رکھی۔

”جی میرے ہسبنڈ تو لاہور میٹنگ کے سلسلے میں
گئے ہوئے ہیں۔“ اس نے بمشکل جواب دیا۔

”بہر حال مسز ارمنان آپ کی رپورٹس کے مطابق
یو آر آنارمل لیڈی بٹ۔“ ابھی وہ مکمل طور پر
ریلیکس بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لیکن۔۔۔ نے پھر جان
نکال دی۔

”لیکن کیا ڈاکٹر صاحب۔۔۔“

”آپ کے ہسبنڈ ہی ازناٹ آپریٹکٹ مین۔
ہی ازناٹ ایبل ٹو۔۔۔“

”نہیں“ دل نے جیسے دھڑکنا بند کر دیا تھا۔ بات تو
ایک ہی تھی۔ وہ نارمل بھلا کب رہی تھی۔ دونوں مل
کے ہی تو مکمل ہوتے تھے وہ تو دونوں صورتوں میں
نامکمل تھی۔

”مسز ارمنان انسان کو بعض تلخ حقیقتیں کڑے

کے خلاف مجبور تھیں۔ سوتیلی ماں اس کے باپ
کے سامنے مجبور ہو گئی اور یوں وہ مسز ارمنان بن کے
گھر میں آگئی۔ گلے میں پڑے ڈھول کو بجانا ہی پڑتا
تھا اس کی ساس کو بھی اسے بہو تسلیم کرنا ہی پڑا۔
آج جب ان کی شادی کو تین سال گزر چکے تو کچھ
سری رشتہ داروں کے بار بار احساس دلانے پہ اسے
بھی سوچنا پڑا۔
میاں بیوی دونوں کی محبت مثالی تھی مگر ماں کی

خواہش کے پیش نظر ارمنان نے بھی اسے کسی لیڈی
ڈاکٹر سے ملنے کا مشورہ دیا۔
لیڈی ڈاکٹر شازمہ شہر کی بہترین گائناکالوجسٹ
تھیں۔ اس نے دونوں میاں بیوی کے ٹیسٹ کیے
تھے۔
اب تک تو پھر بھی ایک آس تھی آج تو وہ بھی بالکل
ختم ہو گئی تھی۔
خدا یا میں ارمنان کو یہ سب کیسے بتا پاؤں گی۔ وہ



گھونٹ کی مانند حلق سے اتارنی پڑتی ہیں۔ حوصلہ
کچھ۔۔۔“

”کک کوئی امید ڈاکٹر۔۔۔“ اس کی آوازیوں لگی خود
اسے جیسے قبر کی گہرائیوں سے نکلی ہو۔

”معجزے اسی دنیا میں رونما ہوتے ہیں مسز
ارمنان۔ بہر حال اکاؤنٹنگ ٹومیڈیکل رپورٹس ہی از
ناٹ آپریٹکٹ مین۔“

وہ ٹوٹے دل سے انہی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ
کیسے گھر تک پہنچی تھی۔ خدا کا شکر تھا کہ ساس گھر پہ
نہیں تھیں۔ ورنہ اس وقت ان کا سامنا کرنا جوئے شیر
لانے کے مترادف تھا۔

وہ ٹوٹ کے بیڈ پہ گری اور دباڑیں مار مار کے رونا چاہ
رہی تھی مگر آنسو اور آواز تو جیسے جم سے گئے تھے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس وقت سوائے ملازمہ کے گھر
میں کوئی نہ تھا۔ آج اسے پتہ چلا تھا کہ دلوں پہ بجلیاں
کیسے گرتی ہیں۔ آسمان کیسے ٹوٹتا ہے دل کیسے چکنا چور
ہوتے ہیں۔

خدا یا کیا میری زندگی ہمیشہ ہی آزمائشوں کا امتحان
بنی رہے گی۔ پیدا ہوئی تو ماں مر گئی سوتیلی ماں نے وہ
سب کچھ کیا جو پہلی بیوی کے بچوں کے ساتھ سوتیلی
مائیں کرتی چلی آئی تھیں۔ ذرا بڑی ہوئی تو بازار جاتے
ہوئے ارمنان ٹکرا گیا۔ انسان جب دکھوں کے
سمندر میں ڈوب رہا ہو تو سہارا دینے والے ہاتھ دنیا کی
میران ترین پناہ گاہ لگتے ہیں۔ سوتیلی ماں اگر راضی نہ
تھی تو بھلا ارمنان کی امی کی بھلا کب خواہش تھی کہ
ان کی بھانجی کے علاوہ کوئی ان کی بہو بنے مگر اکلوتے

سہا ملے گا کیا یہ سب وہ سب بکھر نہیں جائے گا۔
خدا یا تو نے اتنی بڑی آزمائش کیوں میرا مقدر کر دی
ہے میں نہیں دیکھ سکتی ارمغان کو نوٹنے اور بکھرتے
محبت آزمائشوں کا نام ہے قربانیاں اور امتحانوں کا
نام ہے اور اسی محبت میں اس نے قربانی دینے کا فیصلہ
کر لیا تھا۔ دنیا تو رب تعالیٰ کی آزمائشوں کو بندوں کا
جرم بناتی ہے اس نے وہ جرم اپنے سر لینے کا فیصلہ کر
لیا تھا۔ وہ پھر ہی سے اٹھی اور ایک دفعہ پھر ڈاکٹر شازمہ
کے سامنے بیٹھی تھی۔

"خیریت سزارمغان۔" وہ حیران ہوئیں۔
"میری ایک ریکورسٹ ہے اگر۔" وہ رک رک
کے بولی اور ڈاکٹر شازمہ اس پاگل سی لڑکی کو حیرت سے
دیکھ رہیں تھیں۔

"آپ کیا کہہ رہی ہیں سزارمغان۔"
"پلیز میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں
گی۔ میں اپنے ہاتھوں سے لکھ کے دلوں کی کہ آپ
نے یہ سب میرے کئے کیا ہے۔" وہ روپاکی ہو گئی۔
"ایک بات سوچ لیں آپ۔ محبت کبھی ایسی شدید
ہو۔ اس طرح کی صورت حال میں ڈاکٹر مراد کا ہمانہ بنا
کے خود کو دوسری شادی کے لیے تیار کر لیتے ہیں۔"
انہوں نے مشورہ دیا۔

"یہ ہم دونوں کا امتحان ہے ڈاکٹر صاحب۔ میں اس
کی محبت میں اپنی ذات کو نشانہ بنانے کے لیے تیار
ہوں۔ اس کی محبت کا اندازہ بھی ہو جائے گا اور بے وفا
انکا تو اپنے لیے خود ہی سزا بن جائے گا۔"

"آپ کو اپنے پسند سے بہت محبت ہے کیا۔"
ڈاکٹر شازمہ نے پوچھا۔
"بے تماشاً میں انہیں ہرٹ ہوتا نہیں دیکھ
سکتی۔"

"وہ بھی آپ سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں۔"
"شاید اس سے بھی زیادہ۔" وہ بھرپور اطمینان سے
بولی۔ "اسی محبت سے تو میں ان کے حصے کی انیت خود
اپنے وجود سے کو تیار ہو گئی ہوں۔"
"بہر حال آپ سوچ لیں؟"

"میں نے سوچ کے فیصلہ کیا ہے۔ پلیز آپ میری
رپورٹس میں لکھ دیں کہ میں نارمل نہیں ہوں۔"
جلدی سے بولی۔
"ٹھیک ہے مگر اور بجلی رپورٹس جو ہمارے ریکارڈ
میں ہوتی ہیں وہ نہیں بدلیں گی۔" انہوں نے نقل
دیتے ہوئے کہا تو حاتمہ نے اذیت میں سر ہرایا۔
"ٹھیک ہے کل آپ رپورٹس لے لیجئے گا۔"
ڈاکٹر صاحبہ نے رپورٹس لینے میرے پسند خود
آئیں گے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ کسی کے لیے قربانی
دے کے نقصان کی تکلیف کم لگنے لگتی ہے۔

♥ ♥ ♥ ♥
"ارمغان آج واپسی ہے آپ ڈاکٹر شازمہ کے
کلینک سے ہوتے ہوئے آئے گا۔" وہ چائے کا کپ
شوہر کو تھمتے ہوئے بولی جو رات ہی لاہور سے لوہا
تھا۔

"کیوں بھئی۔" ارمغان نے جمائی لیتے ہوئے
پوچھا۔
"رپورٹس لینے۔" دل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے لگا
تھا۔ خواجہ اورنگ زیب خلیفہ چیریں ٹھیک کرنے لگی۔
"اچھا لے آؤں گا۔"

"ارمغان۔" کچھ سوچتے ہوئے اسے نکارا۔ تو وہ
چائے کا سپ لے کر مڑا۔ "ارمغان مجھے ڈراما
لگنے لگا ہے۔ آج کل میں بہت عجیب عجیب سے
خواب دیکھنے لگی ہوں۔" وہ آنکھیں بند کر کے بولی۔
"اس لیے کہ تم نے عجیب عجیب سی سوچیں جو دل
لی ہیں۔" ہنس کھیلو دیکھا کیے رنگین جتنے مسکراتے
خواب دیکھو گی۔" وہ ہنس کے بولا تو وہ چپ کر کے باہر
نکل گئی۔

سارا دن مردہ دل کے ساتھ آنے والے طوفان کا
خوف اسے ڈراتا رہا۔ شام کو ارمغان آیا تو قدرے
خاموش تھا۔
"ارمغان بیٹا آج کچھ چپ چپ ہو۔ خیر تو ہے۔"
اماں نے پوچھا تو وہ سر جھکا کے بولا۔
"اماں رپورٹس لینے گیا تھا ڈاکٹر شازمہ کے

"اماں رپورٹس ٹھیک نہیں ہیں۔" وہ ٹھنڈی آواز بھر
کے بولا تو اس نے سینے پر ہاتھ مارا۔
"ہائے اللہ۔ بول نارمغان کیوں بولا رہا ہے
تو۔"

حاتمہ کو یوں لگ رہا تھا وہ کوئی ان سنی سننے جا رہی
تھی۔ "ماں حاتمہ ماں نہیں بن سکتی۔" حاتمہ نے سنا تو
چپ ہو گئی۔
"تم کیا کہہ رہے ہو ارمغان۔ میرا دل بیٹھ رہا ہے
تمہارے لیے۔"

"اماں خدا کی یہی مرضی ہو گی بہر حال بندہ بہت
بہتر مخلوق ہے۔ امید ہے ہم سب اس حقیقت کو
سمجھ کر لیں گے۔" وہ کہہ کے چن کی طرف آیا جہاں
حاتمہ تھی۔

"دیکھو حاتمہ خدا تعالیٰ کی آزمائشوں سے ثابت
لڑی سے گزرنے والا ہی خدا کا محبوب ہوتا ہے۔ اٹھو
بیٹا۔" ارمغان نے سارا دے کے اسے اٹھایا اور
باہر لے گئے۔

"اتھو صوفی۔ بیٹھنا۔"
"اتھو صوفی۔ خدا کو یہی منظور ہو گا۔" انہوں
نے اٹھ کے اسے گلے لگایا تو بے حوصلہ ہو کے ان کے
بالوں میں بکھر گئی۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو
دراں ہو گئے عورت تھیں جانتی تھیں کہ یہ لمحات
کی عورت کے لیے کتنے اذیت ناک ہو سکتے ہیں۔

"جاؤ اپنے کمرے میں تھوڑا ریٹ کرو۔ جاؤ
ارمغان اسے لے جاؤ کمرے میں۔ اٹھو بیٹی۔" وہ خود
جی اسے کمرے میں لا گیا۔ وہ دھڑک کر کہہ دیا۔ اس
کے کہہ میں ان کا اپنا دکھ بھی تو شامل تھا آخر کو ارمغان
ان کا اکلوتا بیٹا تھا ان کے خاندان کا نام اسی صورت
میں رہ سکتا تھا کہ اس کی اولاد اس کا نام آگے بڑھاتی
"حاتمہ حوصلہ کرو۔ کیا حالت بنا لی ہے تم نے
اپنی۔ کوئی دنیا ختم تھوڑی ہو گئی ہے۔" ارمغان نے
کہا تو وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔
"تمہیں دکھ نہیں ہوا ارمغان۔"

"ہوا ہے بہت ہوا ہے میں بھی انسان ہوں
آخر۔ گمراہی یہ ہے کہ زخم لگتا ہے تو تکلیف تو ہوتی
ہے شروع میں زیادہ ہوتی ہے آہستہ آہستہ بندہ
کھیر دیا تو نہ لگتا ہے۔" وہ جھوٹ بول سکا۔
"لیکن اس زخم کی تکلیف وقت کے ساتھ بڑھتی
ہی رہتی ہے۔ بلکہ جس کے وجود پر یہ زخم لگتا ہے اتنی
ہی تکلیف ساتھ رہنے والوں کو بھی ہوتی ہے اور وہ
اس کا علاج بھی دھونڈنے نکل جاتے ہیں۔" وہ چو
چھپا کے بولی تو ارمغان اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں
لے کے بولا۔

"میں بھلا اس تکلیف کے علاج کے لیے کہاں
جاؤں گا میری تو ہر تکلیف ہر دکھ کا علاج ہی تمہارے
پاس ہے۔"
"ٹھیک یو ارمغان۔ لیکن دیکھو بدل نہ جانا۔ میں
مر جاؤں گی۔"

"ایسا جھجھکی ہو مجھے۔ دل سے دھڑکنیں پیدا ہو
سکتی ہیں بھلا۔ پول خوشبو کے دشمن ہو سکتے ہیں کیا۔
بولو۔ جواب دو۔" وہ انہاں سے پوچھنے لگا تو وہ اس
سے لگ کے رو دی۔

"بھٹا روتا ہے جان رو لو مگر صرف اور صرف آج
کے دن۔ اس کے بعد میں اپنی جان کو بڑوں کی طرح
آنسو بہاتے نہ دیکھوں۔" وہ اس کا چہرہ اپنے سامنے کر
کے بولا تو وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

خوشی اس بات کی بھی تھی کہ خدا کا شکر ہے کہ اس
نے ارمغان کی بے تماشاً جھپٹوں کے جواب میں ایک
معمولی سی قربانی دی تھی۔

وقت و میرے دھیرے سرکنے لگا۔ سب ٹھیک چل
رہا تھا مگر حاتمہ محسوس کرنی لگی تھی کہ چھ ماہ تک جو
ملح ارمغان کی امی نے خود چڑھائے رکھا اب اس
میں دراڑیں پڑنے لگی تھیں۔ وہ اٹھتے بیٹھے اب گھر
کی بے روشی کا ذکر ضرور کرتی تھیں۔ سچی ٹھنڈی
آہیں بھرتیں۔ اپنی اور اپنے خاندان کی بد قسمتی کا رونا
رو میں۔ خاندان میں بھی اب باتیں دلوں سے نکل
کے نہاؤں پہ آئی تھیں۔

"صابرہ اپنے ارمغان کی شادی کو تو تین چار سال ہوئے کو آئے ہیں۔ مگر کھرا بھی تک خالی ہے۔ ارمغان کی بڑی خالہ لاہور سے آئیں تو بہن سے" قریب ہو کے پوچھا۔

"ہاں آپاں میں اتنی خوش قسمت بھلا کب تھی کہ کوئی خوش میرا مقدر رہتی۔ خواہش تھی اکلوتا بیٹا ہے بھانجی بیوا کے لاؤں گی مگر نہ جانے کب یہ جو تک میرے بیٹے کو چٹ گئی اور ماں کی ساری خواہشیں اور ارمان بیٹے نے کمرے کو س میں پھینک دیئے۔ دل بے شکل راضی ہوا تھا کہ خبر چلے بن کے گری کہ مجھے وادی کئے والا کوئی نہیں آئے گا۔ اس درخت پہ پھول نہیں لگنے کے آپاں۔" وہ ٹھنڈی آہ بھر کے بولیں تو بڑی خالہ نے سینہ پٹے ڈالا۔

"یہ تو کیا کہہ رہی ہے صابرہ۔"

"ہاں آپاں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے۔ حائقہ بھی ماں نہیں بن سکتی۔" وہ آنسو صاف کر کے بولیں۔

"ارے بے وقوف اور تو آنسو بہانے پہ لگی ہوئی ہے۔ ہاتھ پہ ہاتھ دھر لیا ہے۔ واہ اے صابرہ ساری زندگی تو نے بڑائی میں ہی گزار دی۔" بڑی بھن بنی نصیحتوں اور مشوروں پہ اتر آئیں۔

"چچن میں کو کنگ کرنی حائقہ دونوں بہنوں کی باتیں سن کے مسکرا رہی تھی۔

"پوچھا کیوں کیا۔"

"مجھے اپنی متاپہ اعتبار نہیں ہے کیا۔ وہ بیوا کے لایا تو خاموش ہو گئی اب اپنی نسل کو شہرہ کیجے کے بھی چپ رہے گی۔ ارے دن رات ارمغان کو کہہ کے راضی کرے گا۔ ہاں کے لیے بیٹے کو کسی بات کے لیے راضی کرنا کیا مشکل بات ہے۔" پھر دونوں ہمیش ایک دوسرے کے کان میں کھسک پھر کر لگیں۔

اس کے بعد تو کھر میں رات دن اہل ارمغان کے سامنے دروازہ کھلا رہا تو بولی رہیں۔

حائقہ کے جی کو ایک ہی دھڑکا لگا رہتا کہ چہرے بھی مستقل پانی پر تارے ہو تو وہ بھی جگہ سے مل جاتا ہے تو

گوشت پوست کا انسان تھا اور مقابلہ میں تھی کسی ایک لمحے کی کمزوری میں آیا تو۔ اس سے آگے اس سے سوچنا نہ جاتا۔

دوسری جانب ماں کا دوا ارمغان پر بڑھتا جا رہا تھا۔ "بیٹا تم نے اپنی مرضی سے شادی کی میں نے تھوڑے سے غم و غصے کے ساتھ بہر حال تمہاری بات مان لی۔ آج تمہارا امتحان ہے میری خوشی کی خاطر تمہیں بھی قریبی دینی ہوگی۔ کیا میرا کوئی حق نہیں ہے۔ جوانی میں میں نے بیوی کا دکھ اس آس پہ مسدود لیا تھا کہ تمہاری خوشیاں میرے لیے مرہم بن جائیں گی۔" وہ باقاعدہ رونے لگیں تو وہ اٹھ کے کمرے میں آیا جہاں وہ سوئے کی ایک تنگ کمرہ تھی۔ وہ جانتا تھا اسے وہ جاگ رہی تھی۔

"حائقہ سوئے کی اداکاری کرنے کی ضرورت نہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو۔" وہ بیٹھ پڑے۔

حائقہ نے جلدی سے چہرے کو صاف کرنا چاہا۔ مگر ارمغان نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"کیا مجھے میری محبت پر اعتبار نہیں ہے تمہیں۔"

"خود پر اعتبار نہیں ہے مجھے اپنی قسمت۔ میں ہے۔ ارمغان آپ بدل تو نہیں جائیں گے۔"

"میں کیوں بدلوں گا بھلا۔" وہ مسکرایا۔

"مجھے ڈر لگتا ہے اب خود سے تم سے۔"

"فضول باتیں چھوڑو اپنی صحت کا خیال رکھو کتنی کمزور ہو رہی ہو۔" ارمغان نے بات بدل دی۔ تو وہ پرسکون ہو گئی۔

♥ ♥ ♥ ♥

آج کل ارمغان کے معاملات میں کچھ فرق آنے لگا تھا۔ وہ وقت پہ گھر نہیں آتا تھا اور کچھ مڑ بھی آتے رہنے لگا تھا۔ چچھی والے دن اہل ارمغان کے کمرے میں کیا تو انہوں نے اسے پاس بٹھالیا۔ اس دن دونوں ہمیشہ بھی سسرال سے آئی ہوئی تھیں۔

"دیکھ ارمغان مجھے اب اور نہ دیکھی کر بیٹا ہاں بددعا نہیں دیتی مگر اس کا دل دکھانے والا سکون سے

نہیں رہتا۔"

"ماں آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔" وہ ابھرا۔

"میں اس گھر میں تمہارے بچے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"پاپا بھائی ہے اگر تو ماں کی خواہش پوری کر دے تو۔"

"ماں۔ جب خدا کو منظور نہیں ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"مجھے کس نے کہا ہے کہ تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے۔ مڑ ہے تو۔" وہ آہستہ آہستہ مطلب پہ نہیں۔

"بھائی مجھے ابھی احساس نہیں ہے کیونکہ تو ابھی جنم ہے مگر جب بڑھاپے میں تیرے قدم ڈگمگائیں گے اور تیرے ہاتھ تھائیں والا کوئی نہیں ہو گا تو تب مجھے احساس ہو گا کہ اولاد کتنی بڑی نعمت ہوتی ہے۔"

تو آپاں نے بھی ماں کے اشارے پہ بات کی۔

"کیا ضروری ہے آپاں کہ اولاد دوسری شادی سے ہو گی اور اگر ہوتی ہے تو سارا بھی بنے گی۔ اولاد تو فقیں میں قید پنچھی کی مانند ہوتی ہے جس کو تھوڑا سا موقع ملے وہ اڑ جاتا ہے اور کبھی کبھی تو مڑ کے بھی نہیں رہتا۔" وہ مسکرا کے بولا۔

"نیک اور صالح والدین کی اولاد کبھی باقی نہیں ہوتی۔ جن کی رکوں میں شریف خاندان کا خون ہو وہ رشتوں کی قدر بھی کرتے ہیں اور ان کے مرتبے کو بھی پہانتے ہیں۔" وہ اس کا کندھا تھپتھا کے بولیں۔

"ماں میں حائقہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میں کیا نہیں کر سکتا۔" اس نے کہتے ہوئے منہ پھیرا۔

"حائقہ تیری بیوی ہے تو میری بھی ہو ہے۔ اس کا تھوڑی رہے گا جو ہے اور پھر مجی بات ہے کہ یہ اس کا بھی امتحان ہے۔" آپ کے انہوں نے وہ ہراوار کیا۔

"ہاں بھائی اگر بھائی کو آپ سے سچی محبت ہوتی تو کبھی خیال میں وہ خود آپ کو کہیں۔" حم اٹھا کے بس کہ انہوں نے ایک دفعہ بھی آپ کی خاطر قربانی لینے کا فیصلہ کیا۔ بے شک آپ نہ کرتے مگر انہوں نے ایک دفعہ بھی کہا۔ ایمان سے بچ جتا نہیں۔"

بھلا میرے کہنا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

"پھر بیٹا۔ اگر تو حاجت قدم رہا تو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ دونوں کے حقوق برابر رکھنا اہل اہل نے کہا تو ارمغان چپ ہو گیا۔

اگلے ویزہ ہفت یوں ہی ہوتا رہا کہ وہ آفس سے لیٹ واپس آتا رہا وہ پھٹ پڑی۔

"ارمغان یہ کوئی وقت ہے کھر آئے گا۔"

"کلام ہوتا ہے آفس میں۔" مختصراً "جواب دیا۔"

"پہلے تو اتنا کام کبھی نہیں ہوا آفس میں کہ آپ دیر سے آئیں۔"

"ضروری تو نہیں جو کام پہلے نہیں ہوا وہ اب بھی نہ ہو۔" وہ چڑ کے بولا۔

"ہاں واقعی ضروری تو نہیں کہ سب ویسا ہی رہے۔" وہ رہا ہی ہوئی۔

"اس میں کیا برائی ہے انسان کو بدلتے ہی رہنا چاہیے۔ بتاؤ تم پہلے جیسی ہو کیا آج بھی۔" اس نے بات کو نانا چاہا۔

"ہاں میں آج بھی پہلے جیسی ہی ہوں مگر تم کافی بدل گئے ہو۔" وہ طنز بنی نہیں بولی۔

"میں تم باکل ویسی نہیں ہو جیسی پہلے تھیں۔"

پہلے تھیں فقیں نہیں تھیں اب ہو گئی ہو۔ "ارمغان کی بات کوئی کی طرح اسے لگی۔

"اچھا۔" وہ مسخرانہ ہنسی بھئی۔ "حالا کہ ارمغان مجھے پہلے تم سے محبت تھی اب عشق ہے تمہیں اس لیے روک رہی ہوں کہ کہیں نکھر نہ جاؤ۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بولی۔

"تو کیا یہی تمہارا عشق ہے۔"

"ہاں یہی میرا عشق ہے۔ جان لو گے ایک دن۔"

وہ نظریں چرا کے بولی۔

ارمغان کے آفس میں ہی اہل کی من پند بھانجی نے جاب بھی کر لی اور رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی۔ حائقہ کو وہ تین لوگوں نے ارمغان کی خبریں پہنچائیں کہ فلاں ہو مل میں وہ عاصمہ کے ساتھ موبو تھا۔ کبھی یاد کر اور کبھی کہیں۔ اب اس نے چپ چاپ تماشا دیکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر پھر ایک دن بول پڑی

کہ وہ اس کا محبوب شوہر تھا۔
 "ارمغان محبت کہاں گئی تمہاری۔" جولیا اس نے نظروں سے اڑا کر کہا۔
 "محبت میں کمی آگئی ہے کیا؟"
 "مگر سوال کرنا ہے تو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے پوچھو۔ چوکیوں پر چھاپا ہے ہو۔"
 "کیا بالکل پتہ ہے حاتمہ انسان تھا ہارا آفس سے لوٹے اور فضول باتیں شروع ہو جائیں۔" وہ جھنجھکیا۔
 "وہ کون سا آفس ورک ہے جو تم سے آنکھوں کی طرح رات گئے تک چننا رہتا ہے۔" وہ پٹ کے ہوئی۔
 "تم ایسا کرو کل سے جا کے آفس کے گیٹ پر بیٹھ جایا کرو تاکہ میری ایکسٹریٹوٹس سے باخبر ہو۔" وہ کہہ کے ہاتھ روم میں گھس گیا۔
 "یہ ہو تم ارمغان علی۔ جس کی خاطر میں نے اتنی بڑی قربانی دی۔ تم صرف ایک سال میں ہی بدل گئے۔ ساری خصلتیں چاہیں وعدے سب کچھ بھول گئے۔ پانی کا بلبلہ بن کے ہوا ہو نہیں سب امیدیں۔"
 "میں تمہیں میرا سب کچھ اور تم پھر نکلتے۔ تم نے تو میرا محبتوں پر سے ایمان ہی ختم کر دیا ہے۔ تم نے راہیں بدل لیں ہیں منزلوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ مگر یہ نئی راہیں تمہیں منزل پہ نہیں بلکہ بند گلی میں لے جائیں گی ارمغان۔ جہاں سے کوئی جینو کوئی ستارا تمہیں نہیں مل سکے گا۔ ہاں تب میں ایک دفعہ تمہیں ملوں گی اور تم سے پوچھوں گی کہ بولو میرے جیسی جی قربانی بھلا کوئی دے سکتا ہے۔ میں آج کے بعد نہیں بولوں گی۔"

اس رات عشق کا دیوانہ اپنی سند سے اتر اور اسے بے رحمی سے فیصلہ سنانے لگا۔
 "حاتمہ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے گھر میں خفیہ خفیہ کلکاراں گونجیں۔ کوئی میٹھی اور سرگئی آواز میں اسے پکارے۔ میری بھی شہید خواہش ہے مگر میری بد قسمتی کہ خوشی کی یہ خبر مجھے تمہارے وجود سے نہیں مل سکتی۔ اماں اور بہنوں کی بھی خواہش ہے کہ ان کی سسل کا کوئی نام لیا ہو۔ اس لیے میں مجبور ہو گیا ہوں۔ یہ تمہاری محبت کا بھی امتحان ہے۔ امید ہے تم میری مجبوری کو سمجھ رہی ہو گی۔" وہ بول رہا تھا اور وہ آنکھیں میاڑے ان لمحوں کو دیکھ رہی تھی جو دیکھتے ہوئے انگارے میرے وجود کو رکھ رہے تھے۔ کبھی انہیں لمحوں نے میرے وجود کو سیراب کیا تھا۔ پیار بھرے جھپٹے میرے کانوں میں ڈکائے تھے امرت رس کی مانند۔ یہی وہ چہرہ تھا جس کی ڈالمانہ چاہتیں صفائی پھواری کی طرح برس کے اسے لوٹی تھیں۔
 "تم سن رہی ہو نا۔ میں جانتا ہوں تم اس وقت کس اذیت سے گزر رہی ہو مگر میں دوسری بار اپنی ماں کا دل نہیں توڑ سکتا۔" وہ اسے تھام کے بولا تو وہ رک رک کے ہوئی۔
 "میری اجازت کے بغیر شادی کرو گے اگر میں نے اجازت نہ دی تو۔"
 "کیا تمہیں میرا ذرا احساس نہیں ہے تم میری خاطر اتنی سی قربانی نہیں دے سکتیں۔" وہ بے دردی سے بولا۔
 "اتنی سی۔ میں نے تمہاری خاطر کتنی قربانی دی ہے تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے ارمغان علی۔" وہ بے دلی سے مسکرائی۔
 "حاتمہ تم جذباتی ہو رہی ہو حالانکہ حقیقت کی نظر سے دیکھو تو میری اور میری ماں بہنوں کی خواہش کوئی اتنی ناجائز بھی نہیں ہے۔" وہ ذرا سختی سے بولا۔
 "اولاد کا نہ ہونا تھا اکی مرضی ہے کیا گارنٹی ہے کہ تمہاری دوسری بیوی تمہارے بچے کی ماں بن جائے۔"

کی۔ وہ چلائی۔
 "وہ میری قسمت۔ پھر کسی کو گلہ تو نہیں ہو گا نا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کے کہا۔
 "اسی کہ۔ پھر صرف مجھے گلہ ہو گا۔" وہ مسکرائی۔ اور مزید بحث نہ کی کہ اب اسے روکنا محال تھا کہ فیصلہ نہ کر چکا تھا۔
 "نیک ہے جب فیصلہ تم اور تمہاری اماں کریں گے ہو تو مجھ سے کیا فیصلہ کروانے آئے ہو۔"
 "متم رکھنا حاتمہ میں تمہاری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ تمہاری محبت بالکل اسی طرح ہوئی میرے دل میں۔" وہ بارے اسے کندھوں سے تھام کے بولا تو وہ سختی سے ہوئی۔
 "اب بھی وعدے کرنے کی عادت نہیں گئی تمہاری بھانجھو اسے کر بیان میں اور فیصلہ کرو کہ پچھلے بدل کا کیا انجام لیا ہے تم نے۔ اب مزید کوئی وعدہ میری بھولی میں خدا کے لیے مت ڈالو۔" وہ ہاتھ جوڑ کر ہوئی اور کھیل لے کے سو گئی۔
 "اتنی ایم سو ری ڈارنگ۔" اس سے صرف ایک ہاتھ کے فاصلے پر تھی اور کتنی دور تھی۔ کیا مقام تھا کسی یہ دونوں تھے۔ ارمغان جانتا تھا کہ وہ یہ وفائی کا مرتب ہو رہا ہے مگر وہ مجبور ہو گیا تھا۔
 "رات کے اندھیرے میں اس کی سسکی۔ ارمغان کی آنکھ کھل گئی وہ صوفے پر بیٹھی تھی سانسے اپنی اور ارمغان کی شادی کی تصویر تھی۔ وہ نظروں سے اڑ گیا۔ دل کی دنیا البتہ اٹھل پھل ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اندھ کے اس کے سارے گلے شکوے مناداتاں ملے ہاتھ جڑے سانسے آگئے۔
 "حاتمہ بی۔" اگلے دن اماں اس کے کمرے میں آئیں۔ اس کی اجڑی اجڑی حالت اور پیلا رنگ۔ کچھ کے دل پر ان کا بھی دھچکا ہوا تھا کہ وہ بہر حال خود بھی عورت تھیں۔
 "بہن جتنے سو سو گئی سے نکاح ہو رہا ہے تم بھی اسے خدا کی مرضی سمجھ کے تقدیر کا لکھا سمجھ کے قبول کر لے۔" اماں نے اسے سینے سے لگا یا تو وہ ان سے بری

طرح لپٹ گئی۔
 "بہن۔" وہ بھی ایک عورت کا دل رکھتی تھیں رو پڑیں۔
 "اماں میں ٹھیک ہوں۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ خدا آپ کی خواہش پوری کرے۔" حاتمہ کو پتا تھا کہ سوتیلی ماں بھلا اب اسے کب رکھے گی کہ اب تو باپ کا آسرا بھی ختم ہو چکا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اسے اب اس گھر میں جگہ بھی تو بتانی تھی مگر یہ کیا نکاح ہے ایک دن پہلے جب مہمانوں کو کہا جا چکا تھا عاصمہ نے شرط رکھ دی کہ پہلے حاتمہ کو طلاق دینی ہوگی۔
 "پہلے تو وہ حج اٹھا۔" اماں یہ نہیں ہو سکتا۔ میں حاتمہ کو طلاق دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" مگر اس نے کافی باتوں کا نہیں سوچا تھا مگر وہ کی تھیں۔ یہاں یہ بھی اسے کرنا پڑا۔
 "بہنایہ تمہاری ہی فکر میں کمی کا باعث ہوگی۔ اس وقت جوش کے بجائے ہوش سے کام لو یہ صدمہ وقتی ہے میری جان۔" اماں اور بہنوں نے نظروں کے جال میں گھیرا کہ اس نے گہرا کے جلدی جلدی سب کر ڈالا۔
 "صبح صبح وہ اس کے پاس آیا اور کانڈات بند لٹانے میں اس کے سانسے رکھے۔
 "حاتمہ۔ یہ۔" آواز گلے میں ہی پھنس گئی۔ اسے یقین نہ آیا۔
 "یہ۔ یہ کیا ہے ارمغان۔" اس نے یوں ڈر کے بند لٹانے کو دیکھا جیسے بچہ ہوں۔
 "نجانے کیوں وہ پھر پورا اہتمام سے مالا مال رہی تھی ارمغان کی محبت اس حد پہنچ جاتی تھی کہ محبت کی حد تو نہ تھی بلکہ بے وفائی کی حد تھی۔ اس بے وفائی کی سزا خدا تعالیٰ نے اس کے لیے عقیق کر رکھی تھی۔
 "اتنی ایم سو ری حاتمہ۔" وہ لم صم سی حاتمہ کی حالت سے نظروں سے اڑا کر بولا۔
 "کاش ارمغان اس فیصلے سے پہلے پچھلی رفاقتوں کے عوض کچھ وقت آپ میری بھولی میں ڈال دیتے تو آپ کا احسان ہو گا۔" آخری لمبے وہ بات بدل

”آپ نے تو سب کچھ ختم کر کے بات کی ہے۔ کاش میں آپ کو آخری بار چھو کے محسوس تو کرتی۔ آپ کے نقش اپنی آنکھوں میں تو جذب کر سکتی۔ اب تو میں آپ کو دیکھنا چاہوں بھی تو گناہ گاری ہوں گی۔ چھوڑنے کا فیصلہ تو کر لیا تھا پھر آخری ملاقات کی کوئی نشانی تو دی ہوتی۔ ان آنسوؤں کے علاوہ۔“ وہ اور اس کا لہجہ بالکل ٹوٹ چکے تھے۔ ارمغان کو یوں لگ رہا تھا کوئی اس کا دل مٹھی میں مسل کے مرہ کر چکا ہے۔

”بے“ حائقہ نے گلے سے گولڈ کی چین نکالی اور سائڈ پیڈل پہلے رکھ دی۔ یہ ارمغان نے اسے منہ دکھائی میں دی تھی۔ ارمغان نے چین اٹھائی اور واپس اس کی طرف بڑھائی۔

”یہ گفت تھا حائقہ اور گفت لوٹائے نہیں جاتے۔“ یہ گفت آپ نے اپنی بیوی کو دیا تھا۔ نہ رشتہ رہا اور نہ گفت کو رکھنے کا حق۔

”معافی کا حقدار تو نہیں ہوں مگر پھر بھی معاف کر دینا۔“

”یہ میں نے کیا کر دیا ہے۔ دل بار بار ایک ہی بات کہیں دہرا رہا ہے کہ اب آج سے دھڑکننا چھوڑ دو۔“ وہ خود سے بولا۔

”اچھا چلتی ہوں اماں۔ جب فتح کے نشے میں چور اس دلیر کو ارمغان کے ساتھ پار کیا تھا تو اپنی خوشی میں آپ کے دل کے ٹوٹنے کی آواز نہیں سن سکی تھی۔ آج شاید آپ کو میرے ٹوٹنے کی آواز سنائی نہیں دے رہی۔“ وہ زخمی ہنسی ہنس کے باہر نکلی۔ تو ارمغان نے پیساختہ اسے آواز دی۔ مگر جانے کے حکم پہ مہربانی تو خود ارمغان نے ہی لگائی تھی۔

”حائقہ حائقہ۔“

”موصول کرو بیٹا اللہ اللہ کچھ ہی دنوں میں سب نارمل ہو جائے گا۔“ مگر سب نارمل نہ ہو سکا۔ ایک ماہ بعد ہی بڑی بیٹی طلاق کا پروانہ تین بچوں سمیت لے کے روٹی ہوئی ہاں کے پاس آگئی۔

”اس نے مجھے موقع ہی نہیں دیا خالہ جان۔“

”حائقہ حائقہ۔“

”حائقہ حائقہ۔“

”حائقہ حائقہ۔“

”اس نے مجھے موقع ہی نہیں دیا خالہ جان۔“

”حائقہ حائقہ۔“

”حائقہ حائقہ۔“

”حائقہ حائقہ۔“

تجھے احساس ہو گا۔"

نجرہ تپا آنکے دیکھیں اولاد تو کیا بڑھاپے کا سارا بیتی جو بیٹا چاہ رہی تھی وہ سارا بھی چھن گیا۔ میرے پیسے بد قسمتیوں کے ہاتھ یہ سوغات پیار کی دولت کیسے لگ سکتی تھی کہ میرے پاس قدر کرنے والا دل تھا ہی کب۔

حادثہ۔ حادثہ۔ آجائو خدا کے لیے آجائو ہر دیوار توڑ کے آجائو۔ کہ میں یا نکلن تھا ہو گیا ہوں۔

ارمغان مجھے پہلے تم سے محبت تھی اب عشق ہے۔ تمہیں اس لیے روک رہی ہوں کہ کہیں بکھر نہ جاؤ۔ "حادثہ کی آواز ذہن بدل میں گونجی۔

حادثہ میں بکھر رہا ہوں اسی عشق کا واسطہ آجائو۔ تمہیں غنی راہیں منزل پہ نہیں بند گلی میں لے جائیں گی ارمغان علی۔"

♥ ♥ ♥ ♥

وقت پر لگا کے گزرا تین سال کا عرصہ گزر گیا۔ اماں اس کے بعد زیادہ عرصہ نہ زندہ رہ سکیں۔ اکلوتے بیٹے کا دکھ انہیں چلت گیا۔

تپا کو وہ ہر ماہ معقول رقم دے دیتا تھا اور خود یوں ہی آوارہ بچے کی مانند پھرتا رہتا۔ ایک دو دفعہ آتے تھے سے انداز میں اسے شادی کرنے کا کہا تو اس کے چہرے تاثرات دیکھنے کے بعد انہوں نے دوبارہ اس ذکر کو نہ چھیڑا۔

اس کی شدید خواہش تھی کہ ایک دفعہ حادثہ مل جائے تو وہ اس سے پوچھے کہ اس نے اس کے ساتھ یہ تماشا کیوں کیا۔

یہ خواہش اس کی پوری ہوئی وہ اسے پارک میں مل گئی جہاں وہ اپنے بچوں کے ساتھ آئی ہوئی تھی۔

"حادثہ تم نے میرے ساتھ بہت ظلم کیا ہے۔"

"اب بھی الزام میرے سر ہے یہی طرف ہے آپ کا۔ میں نے آپ کی خاطر کیا کیا اور آپ نے میرے ساتھ کیا کیا۔ مگر آپ کا قصور بھی نہ تھا سزا اور عورت کے طرف میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے جتنا زمین اور آسمان میں۔ بہر حال میرے شوہر کا خیال ہے کہ آپ کو ان کے انصیب نے دھکا دیا ہے۔ میرے بچوں کو اس دنیا میں آنا تھا اور انہیں میرا سارا بھٹا ہے مضبوط اور طاقتور سارا۔" ایک لمحے کو وہ مغرور ہونے لگی تھی۔

نجرہ بچہ جڑا اسے پاک رب کی طرف سے ملی تھی اور بے وفائی بہر حال سزا ہے۔ جیسے ارمغان علی کی زندگی اب اس کے لیے سزا بن گئی تھی۔

ماں حادثہ دیکھو آکے میں اس مقام پہ آیا ہوں۔ بند گلی میں۔ آؤ میری بے بسی کا تماشا دیکھو اتفاق آؤ۔

حادثہ تم بہت ظالم ہو۔ تم نے مجھے بہت کمر ازخم لگایا ہے۔ تین دن وہ گھر نہ جا سکا۔ چوتھے دن گھر آیا تو ماں نے بھاگ کے اسے تھاما۔ "اماں اتنی طاقت ہے آپ میں کہ مجھے سارا دے سکیں۔" ارمغان بوڑھی ماں کو دیکھ کے مسکرایا۔

"بیٹا تو ٹھیک تو ہے۔ کہاں تھا اتنے دن" انہوں نے بیٹائی سے پوچھا۔ "لے سرفہ تھا نامعلوم منزل کے سفر پہ۔"

"ارمغان میری جان تیری منزل خود بخود تیرے پاس واپس آگئی ہے۔ عاصمہ گھر لوٹ آئی ہے۔ وہ شرمندہ ہے۔" انہوں نے اپنی طرف سے خوشخبری دی اور اس کے دل پہ چھریاں چل گئیں۔

"لوٹ آئی ہے کیوں۔" وہ ہلکا ہلکا۔

"آئی ایم سوری ارمغان میں واقعی شرمندہ ہوں۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کے بولی۔ تو وہ ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"عاصمہ شہباز میں ارمغان علی ولد شہزاد علی بھائی ہو۔" جو اس جھپٹیل طلاق دیتا ہوں۔"

"ارمغان۔ یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔" اماں نے بھاگ